نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾

قوت فیصلہ اور علم دیا،[1] ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ (۲۲)

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے اور دروازے بند کر کے کہنے لگی لو آجاؤ۔ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔[2] (۲۳)

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ

اس عورت نے یوسف کی طرف کا قصد کیا اور یوسف اس[3] کا قصد کرتے اگر وہ اپنے پروردگار کی دلیل نہ

(۱) یعنی نبوت یا نبوت سے قبل کی دانائی اور قوت فیصلہ۔

(۲) یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک نیا امتحان شروع ہوا۔ عزیز مصر کی بیوی، جس کو اس کے خاوند نے تاکید کی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو اکرام و احترام کے ساتھ رکھے، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی اور انہیں دعوت گناہ دینے لگی، جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے ٹھکرا دیا۔

(۳) بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ﴿لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ کا تعلق ما قبل یعنی ﴿وَهَمَّ بِهَا﴾ سے نہیں بلکہ اس کا جواب محذوف ہے یعنی "لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ لَفَعَلَ مَاهَمَّ بِهِ" ترجمہ یہ ہو گا کہ اگر یوسف علیہ السلام اللہ کی دلیل نہ دیکھتے تو جس چیز کا قصد کیا تھا وہ کر گزرتے۔ یہ ترجمہ اکثر مفسرین کی تفسیر کے مطابق ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے لَوْلَا کے ساتھ جوڑ کر یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے قصد ہی نہیں کیا، ان مفسرین نے اسے عربی اسلوب کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور یہ معنی بیان کئے ہیں کہ قصد تو یوسف علیہ السلام نے بھی کر لیا تھا لیکن ایک تو یہ اختیاری نہیں تھا بلکہ عزیز مصر کی بیوی کی ترغیب اور دباؤ اس میں شامل تھا۔ دوسرے، یہ کہ گناہ کا قصد کر لینا عصمت کے خلاف نہیں ہے، اس پر عمل کرنا عصمت کے خلاف ہے (فتح القدیر، ابن کثیر) مگر محققین اہل تفسیر نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یوسف علیہ السلام بھی اس کا قصد کر لیتے۔ اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھے ہوتے۔ یعنی انہوں نے اپنے رب کی برہان دیکھ رکھی تھی۔ اس لیے عزیز مصر کی بیوی کا قصد ہی نہیں کیا۔ بلکہ دعوت گناہ ملتے ہی پکار اٹھے ﴿مَعَاذَ اللّٰهِ﴾ الخ، البتہ قصد نہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ نفس میں ہیجان اور تحریک ہی پیدا نہیں ہوئی۔ ہیجان اور تحریک پیدا ہو جانا الگ بات ہے۔ اور قصد کر لینا الگ بات ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر سرے سے ہیجان اور تحریک ہی پیدا نہ ہو تو ایسے شخص کا گناہ سے بچ جانا کوئی کمال نہیں۔ کمال تو تب ہی ہے کہ نفس کے اندر داعیہ اور تحریک پیدا ہو اور پھر انسان اس پر کنٹرول کرے اور گناہ سے بچ جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی کمال صبر و ضبط کا بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

دیکھتے،(۱) یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں۔(۲) بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔(۲۴)

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

دونوں دروازے کی طرف دوڑے(۳) اور اس عورت نے یوسف کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا، تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے۔(۴) (۲۵)

قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ

یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے پھسلا رہی تھی،(۵) اور عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی(۶) دی کہ

---

(۱) یہاں پہلی تفسیر کی بناء پر لَوْلَا کا جواب محذوف ہے 'لَفَعَلَ مَا هَمَّ بِهِ' یعنی اگر یوسف علیہ السلام رب کی برہان نہ دیکھتے تو جو قصد کیا تھا، کر گزرتے۔ یہ برہان کیا تھی؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رب کی طرف سے کوئی ایسی چیز آپ کو دکھائی گئی کہ اسے دیکھ کر آپ نفس کے داعیئے کے دبانے اور رد کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی اسی طرح حفاظت فرماتا ہے۔

(۲) یعنی جس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو برہان دکھا کر، برائی یا اس کے ارادے سے بچا لیا، اسی طرح ہم نے اسے ہر معاملے میں برائی اور بے حیائی کی باتوں سے دور رکھنے کا اہتمام کیا۔ کیونکہ وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

(۳) جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ عورت برائی کے ارتکاب پر مصر ہے، تو وہ باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف دوڑے، یوسف علیہ السلام کے پیچھے انہیں پکڑنے کے لیے عورت بھی دوڑی۔ یوں دونوں دروازے کی طرف لپکے اور دوڑے۔

(۴) یعنی خاوند کو دیکھتے ہی خود معصوم بن گئی اور مجرم تمام تر یوسف علیہ السلام کو قرار دے کر ان کے لیے سزا بھی تجویز کر دی۔ حالانکہ صورت حال اس کے برعکس تھی، مجرم خود تھی جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام بالکل بے گناہ اور اس برائی سے بچنے کے خواہش مند اور اس کے لیے کوشاں تھے۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ وہ عورت تمام الزام ان پر دھر رہی ہے تو صورت حال واضح کر دی اور کہا کہ مجھے برائی پر مجبور کرنے والی یہی ہے۔ میں اس سے بچنے کے لیے باہر دروازے کی طرف بھاگتا ہوا آیا ہوں۔

(۶) یہ انہی کے خاندان کا کوئی سمجھ دار آدمی تھا جس نے یہ فیصلہ کیا۔ فیصلے کو یہاں شہادت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، کیوں

إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَٰذِبِينَ ﴿٢٦﴾

اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔(۲۶)

وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٢٧﴾

اور اگر اس کا کرتا پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔(۲۷)

فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

خاوند نے جو دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیٹھ کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم عورتوں کی چال بازی ہے' بیشک تمہاری چال بازی بہت بڑی ہے۔[۱] (۲۸)

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾

یوسف اب اس بات کو آئی جاتی کرو[۲] اور (اے عورت) تو اپنے گناہ سے توبہ کر' بیشک تو گنہگاروں میں سے ہے۔[۳] (۲۹)

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٣٠﴾

اور شہر کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے (جوان) غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لیے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے' ان کے دل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے' ہمارے خیال میں تو وہ صریح گمراہی میں ہے۔[۴] (۳۰)

کہ معاملہ ابھی تحقیق طلب تھا۔ شیر خوار بچے کی شہادت والی بات مستند روایات سے ثابت نہیں۔ صحیحین میں تین شیر خوار بچوں کے بات کرنے کی حدیث ہے جن میں یہ چوتھا نہیں ہے جس کا ذکر اس مقام پر کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ عزیز مصر کا قول ہے جو اس نے اپنی بیوی کی حرکت قبیحہ دیکھ کر عورتوں کی بابت کہا۔ یہ نہ اللہ کا قول ہے اور نہ ہر عورت کے بارے میں صحیح۔ اس لیے اسے ہر عورت پر چسپاں کرنا اور اس بنیاد پر عورت کو مکرو فریب کا پتلا باور کرانا' قرآن کا ہرگز منشا نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ اس جملے سے عورت کے بارے میں یہ تاثر دیتے ہیں۔

(۲) یعنی اس کا چرچا مت کرو۔

(۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی واضح ہو گئی تھی۔

(۴) جس طرح خوشبو کو پردوں سے چھپایا نہیں جا سکتا' عشق و محبت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ گو عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اسے نظر انداز کرنے کی تلقین کی اور یقیناً آپ کی زبان مبارک پر اس کا کبھی ذکر بھی نہیں آیا ہوگا' اس کے باوجود یہ واقعہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا اور زنان مصر میں اس کا چرچا عام ہو گیا' عورتیں تعجب کرنے لگیں کہ عشق کرنا ہی تھا تو کسی پیکر حسن و جمال سے کیا جاتا' یہ کیا اپنے ہی غلام پر زلیخا فریفتہ ہو گئی' یہ تو اس کی بہت ہی نادانی ہے۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

اس نے جب ان کی اس پر فریب غیبت کا حال سنا تو انہیں بلوا بھیجا[1] اور ان کے لیے ایک مجلس مرتب[2] کی اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی- اور کہا اے یوسف! ان کے سامنے چلے آؤ'[3] ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے'[4] اور زبان سے نکل گیا کہ حاشاللہ! یہ انسان تو ہرگز نہیں' یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے-[5] (۳۱)

---

(۱) زنان مصر کی غائبانہ باتوں اور طعن و ملامت کو مکر سے تعبیر کیا گیا ہے' جس کی وجہ بعض مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ ان عورتوں کو بھی یوسف کے بے مثال حسن و جمال کی اطلاعات پہنچ چکی تھیں- چنانچہ وہ اس پیکر حسن کو دیکھنا چاہتی تھیں- چنانچہ وہ اپنے اس مکر (خفیہ تدبیر) میں کامیاب ہو گئیں اور امراۃ العزیز نے یہ بتلانے کے لیے کہ میں جس پر فریفتہ ہوئی ہوں' محض ایک غلام یا عام آدمی نہیں ہے بلکہ ظاہر و باطن کے ایسے حسن سے آراستہ ہے کہ اسے دیکھ کر نقد دل و جان ہار جانا کوئی انہونی بات نہیں' ان عورتوں کی ضیافت کا اہتمام کیا اور انہیں دعوت طعام دی-

(۲) یعنی ایسی نشست گاہیں بنائیں جن میں تکیے لگے ہوئے تھے' جیسا کہ آج کل بھی عربوں میں ایسی فرشی نشست گاہیں عام ہیں حتیٰ کہ ہوٹلوں اور ریستورانوں میں بھی ان کا اہتمام ہے-

(۳) یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو پہلے چھپائے رکھا' جب سب عورتوں نے ہاتھوں میں چھریاں پکڑ لیں تو امراۃ العزیز (زلیخا) نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا-

(۴) یعنی حسن یوسف علیہ السلام کی جلوہ آرائی دیکھ کر ایک تو ان کی عظمت و جلال شان کا اعتراف کیا اور دوسرے' ان پر بے خودی و وارفتگی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ چھریاں اپنے ہی ہاتھوں پر چلالیں' جس سے ان کے ہاتھ زخمی اور خون آلودہ ہو گئے- حدیث میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن دیا گیا ہے- (صحیح مسلم' کتاب الإیمان' باب الإسراء)

(۵) اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ فرشتے شکل و صورت میں انسان سے بہتر یا افضل ہیں- کیونکہ فرشتوں کو تو انسانوں نے دیکھا ہی نہیں ہے- علاوہ ازیں انسان کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں صراحت کی ہے کہ ہم نے اسے احسن تقویم (بہترین انداز) میں پیدا کیا ہے- ان عورتوں نے بشریت کی نفی محض اس لیے کی کہ انہوں نے حسن و جمال کا ایک ایسا پیکر دیکھا تھا جو انسانی شکل میں کبھی ان کی نظروں سے نہیں گزرا تھا اور انہوں نے فرشتہ اس لیے قرار دیا کہ عام انسان یہی سمجھتا ہے کہ فرشتے ذات و صفات کے لحاظ سے ایسی شکل رکھتے ہیں جو انسانی شکل سے بالاتر ہے- اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیا کی غیر معمولی خصوصیات و امتیازات کی بناء پر انہیں انسانیت سے نکال کر نورانی مخلوق قرار دینا' ہر دور کے ایسے لوگوں کا شیوہ رہا ہے جو نبوت اور اس کے مقام سے ناآشنا ہوتے ہیں-

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا' یہی ہیں جن کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں'(۱) میں نے ہرچند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن یہ بال بال بچا رہا' اور جو کچھ میں اس سے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بیشک یہ بہت ہی بے عزت ہو گا۔(۲) (۳۲)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِىْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّىْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾

یوسف علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے' اگر تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جاملوں گا۔(۳) (۳۳)

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دیے' یقیناً وہ سننے والا جاننے والا ہے۔(۳۴)

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

پھر ان تمام نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لیے قید

---

(۱) جب امرأۃ العزیز نے دیکھا کہ اس کی چال کامیاب رہی ہے اور عورتیں یوسف علیہ السلام کے جلوۂ حسن آراء سے مبہوت و مدہوش ہو گئیں تو کہنے لگی' کہ اس کی ایک جھلک سے تمہارا یہ حال ہو گیا ہے تو کیا تم اب بھی مجھے اس کی محبت میں گرفتار ہونے پر طعنہ زنی کرو گی؟ یہی وہ غلام ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی ہو۔

(۲) عورتوں کی یہ مدہوشی دیکھ کر اس کو مزید حوصلہ ہو گیا اور شرم و حیا کے سارے حجاب دور کر کے اس نے اپنے برے ارادے کا ایک مرتبہ پھر اظہار کیا۔

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا اپنے دل میں کی۔ اس لیے کہ ایک مومن کے لیے دعا بھی ایک ہتھیار ہے۔ حدیث میں آتا ہے' سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جسے ایک ایسی عورت دعوت گناہ دے جو حسن و جمال سے بھی آراستہ ہو اور جاہ و منصب کی بھی حامل ہو۔ لیکن وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دے کہ میں تو "اللہ سے ڈرتا ہوں"۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الأذان' باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ وفضل المساجد ومسلم' کتاب الزکوٰۃ باب فضل إخفاء الصدقۃ)

خانہ میں رکھیں۔[۱] (۳۵)

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْـلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶

اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے' ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے دیکھا ہے' اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں' ہمیں آپ اس کی تعبیر بتائیے' ہمیں تو آپ خوبیوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں۔[۲] (۳۶)

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْـلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷

یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا۔ یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے'[۳] میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی

---

(۱) عفت و پاک دامنی واضح ہو جانے کے باوجود یوسف علیہ السلام کو حوالۂ زنداں کرنے میں یہی مصلحت ان کے پیش نظر ہو سکتی تھی کہ عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی بیوی سے دور رکھنا چاہتا ہو گا تاکہ وہ دوبارہ یوسف علیہ السلام کو اپنے دام میں پھنسانے کی کوشش نہ کرے جیسا کہ وہ ایسا ارادہ رکھتی تھی۔

(۲) یہ دونوں نوجوان شاہی دربار سے متعلق تھے۔ ایک شراب پلانے پر مامور تھا اور دوسرا نان بائی تھا۔ کسی حرکت پر دونوں کو پس دیوار زنداں کر دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے' دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت تقویٰ و راست بازی اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے جیل میں دیگر تمام قیدیوں سے ممتاز تھے۔ علاوہ ازیں خوابوں کی تعبیر کا خصوصی علم اور ملکہ اللہ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ ان دونوں نے خواب دیکھا تو قدرتی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف انہوں نے رجوع کیا اور کہا ہمیں آپ محسنین میں سے نظر آتے ہیں۔ ہمیں ہمارے خوابوں کی تعبیر بتلائیں۔ محسن کے ایک معنی بعض نے یہ بھی کئے ہیں کہ خواب کی تعبیر آپ اچھی کر لیتے ہیں۔

(۳) یعنی میں جو تعبیر بتلاؤں گا' وہ کاہنوں اور نجومیوں کی طرح ظن و تخمین پر مبنی نہیں ہو گی' جس میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ بلکہ میری تعبیر یقینی علم پر مبنی ہو گی جو اللہ کی طرف سے مجھے عطا کیا گیا ہے' جس میں غلطی کا امکان ہی نہیں ہے۔

منکر ہیں۔[1] (۳۷)

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں' یعنی ابراہیم و اسحاق اور یعقوب کے دین کا'[2] ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں'[3] ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے' لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔(۳۸)

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾

اے میرے قیدخانے کے ساتھیو![4] کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟[5] یا ایک اللہ زبردست طاقت ور؟(۳۹)

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اس کے سوا تم جن کی پوجاپاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی'[6] فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے' اس کا

---

(۱) یہ الہام اور علم الٰہی (جن سے آپ کو نوازا گیا) کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا جو اللہ اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے' اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات مجھ پر ہوئے۔

(۲) اجداد کو بھی آباء کہا' اس لیے کہ وہ بھی آباء ہی ہیں۔ پھر ترتیب میں بھی جد اعلیٰ (ابراہیم علیہ السلام) پھر جد اقرب (اسحاق علیہ السلام) اور پھر باپ (یعقوب علیہ السلام) کا ذکر کیا۔ یعنی پہلے' پہلی اصل' پھر دوسری اصل اور پھر تیسری اصل بیان کی۔

(۳) وہی توحید کی دعوت اور شرک کی تردید ہے جو ہر نبی کی بنیادی اور راولین تعلیم اور دعوت ہوتی تھی۔

(۴) قیدخانے کے ساتھی' اس لیے قرار دیا کہ یہ سب ایک عرصے سے جیل میں محبوس چلے آرہے تھے۔

(۵) تفرق ذوات' صفات اور عدد کے لحاظ سے ہے۔ یعنی وہ رب' جو ذات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متفرق' صفات میں ایک دوسرے سے مختلف ----- اور تعداد میں باہم متنافی ہیں۔ وہ بہتر ہیں یا وہ اللہ' جو اپنی ذات و صفات میں متفرد ہے' جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ سب پر غالب اور حکمران ہے؟

(۶) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ان کا نام معبود تم نے خود ہی رکھ لیا ہے' دراں حالیکہ وہ معبود ہیں نہ ان کی بابت کوئی دلیل اللہ نے اتاری ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان معبودوں کے جو مختلف نام تم نے تجویز کر رکھے ہیں' مثلاً خواجہ

النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو' یہی دین درست [1] ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[2] (۴۰)

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ﴿۴۱﴾

اے میرے قید خانے کے رفیقو![3] تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا'[4] لیکن دوسرا سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کھائیں گے'[5] تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے اس کام کا فیصلہ کر دیا گیا۔[6] (۴۱)

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ

اور جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا' پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے

غریب نواز' گنج بخش' کرنی والا' کرماں والا وغیرہ یہ سب تمہارے خود ساختہ ہیں' ان کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری۔

(۱) یہی دین' جس کی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں' جس میں صرف ایک اللہ کی عبادت ہے' درست اور قیم ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔

(۲) جس کی وجہ سے اکثر لوگ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں' ﴿وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ﴾ (سورۃ یوسف-۱۰۶) ''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں''۔اور فرمایا ﴿وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ (سورۃ یوسف - ۱۰۳) ''اے پیغمبر تیری خواہش کے باوجود اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں''۔

(۳) توحید کا وعظ کرنے کے بعد اب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے بیان کردہ خوابوں کی تعبیر بیان فرما رہے ہیں۔

(۴) یہ وہ شخص ہے جس نے خواب میں اپنے کو انگور کا شیرہ تیار کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم آپ نے دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین نہیں کی تاکہ مرنے والا پہلے ہی غم و حزن میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۵) یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے سر پر خواب میں روٹیاں اٹھائے دیکھا تھا۔

(۶) یعنی تقدیر الٰہی میں پہلے سے یہ بات ثبت ہے اور جو تعبیر میں نے بتلائی ہے' لامحالہ واقع ہو کر رہے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خواب' جب تک اس کی تعبیر نہ کی جائے' پرندے کے پاؤں پر ہے۔ جب اس کی تعبیر کر دی جائے تو وہ واقع ہو جاتا ہے''۔ (مسند أحمد' بحوالہ ابن کثیر)

بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾

ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے۔[۱] (۴۲)

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

بادشاہ نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیاں ہیں ہری ہری اور دوسری سات بالکل خشک۔ اے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو۔(۴۳)

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑاتے پریشان خواب ہیں اور ایسے شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں۔[۲] (۴۴)

وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہوا تھا اسے مدت کے بعد یاد آگیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔[۳] (۴۵)

---

(۱) بِضْعَ کا لفظ تین سے لے کر نو تک کے عدد کے لیے بولا جاتا ہے۔ وہب بن منبہ کا قول ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام آزمائش میں اور یوسف علیہ السلام قید خانے میں سات سال رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال رہا۔ اور بعض کے نزدیک بارہ سال اور بعض کے نزدیک چودہ سال قید خانے میں رہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) اَضْغَاثٌ ضِغْثٌ کی جمع ہے جس کے معنی گھاس کے گٹھے کے ہیں۔أَحلام حِلْمٌ (بمعنی خواب) کی جمع ہے۔ اضغاث احلام کے معنی ہوں گے خواب ہائے پریشان، یا خیالات منتشرہ، جن کی کوئی تعبیر نہ ہو۔ یہ خواب اس بادشاہ کو آیا، عزیز مصر جس کا وزیر تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اس خواب کے ذریعے سے یوسف علیہ السلام کی رہائی عمل میں لانی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کے درباریوں، کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب پریشاں کی تعبیر بتلانے سے عجز کا اظہار کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نجومیوں کے اس قول کا مطلب مطلقاً علم تعبیر کی نفی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ علم تعبیر سے وہ بے خبر نہیں تھے نہ اس کی انہوں نے نفی کی، انہوں نے صرف اس خواب کی تعبیر بتلانے سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

(۳) یہ قید کے دو ساتھیوں میں سے ایک نجات پانے والا تھا، جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا، تاکہ میری بھی رہائی کی صورت بن سکے۔ اسے اچانک یاد آیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو، میں تمہیں آکر

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۴۶﴾

اے یوسف! اے بہت بڑے سچے یوسف! آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل سبز خوشے ہیں اور سات ہی دوسرے بھی بالکل خشک ہیں' تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں۔(۴۶)

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿۴۷﴾

یوسف نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے در پے لگاتار حسب عادت غلہ بویا کرنا' اور فصل کاٹ کر اسے بالیوں سمیت ہی رہنے دینا سوائے اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے۔(۴۷)

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ﴿۴۸﴾

اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے' جو تم نے ان کے لیے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا'(1) سوائے اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھتے ہو۔(2) (۴۸)

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿۴۹﴾

اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں (شیرۂ انگور بھی) خوب

اس کی تعبیر بتلاتا ہوں۔ چنانچہ وہ نکل کر سیدھا یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا' اور خواب کی تفصیل بتلا کر اس کی تعبیر کی بابت پوچھا۔

(1) حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم تعبیر سے بھی نوازا تھا۔ اس لیے وہ اس خواب کی تہ تک فوراً پہنچ گئے۔ انہوں نے موٹی تازہ سات گایوں سے ایسے سات سال مراد لیے جن میں خوب پیداوار ہو گی' اور سات دبلی پتلی گایوں سے اس کے برعکس سات سال خشک سالی کے۔ اسی طرح سات سبز خوشوں سے مراد لیا کہ زمین خوب پیداوار دے گی اور سات خشک خوشوں کا مطلب یہ ہے کہ ان سات سالوں میں زمین کی پیداوار نہیں ہو گی۔ اور پھر اس کے لیے تدبیر بھی بتلائی کہ سات سال تم متواتر کاشتکاری کرو اور جو غلہ تیار ہو' اسے کاٹ کر بالیوں سمیت ہی سنبھال کر رکھو تاکہ ان میں غلہ زیادہ محفوظ رہے' پھر جب سات سال قحط کے آئیں گے تو یہ غلہ تمہارے کام آئے گا جس کا ذخیرہ تم اب کرو گے۔

(2) مِمَّا تُحْصِنُونَ سے مراد وہ دانے ہیں جو دوبارہ کاشت کے لیے محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔